مولانا عبد القیوم حقانی

اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ

تحریکِ آزادیٔ ہند المعروف بہ "تحریکِ ریشمی رومال" کے عظیم رہنما

(تیسری اور آخری قسط)

مجاہدِ آزادی حضرت مولانا عزیر گلؒ کا تذکرہ اور جہاد و تحریکِ آزادی کا یہ تابناک باب نامکمل ہوگا اگر محترمہ مدر مرحومہ اہلیہ مولانا عزیر گلؒ کا تذکرہ نہ کیا جائے۔

مرحومہ کی تاریخ، قبولِ اسلام، مولانا مدنی سے عقیدت، مولانا عزیر گلؒ سے رابطہ اور ازدواجی تعلق، دینِ اسلام کی خدمت و اشاعت، شرعی قوانین کی پابندی، عفت و حیا کا نمونہ اور تاحینِ حیات وفا اور کمالِ شرافت کا مظاہرہ اور کمالات و اوصاف پر سب سے پہلے ماہنامہ الحق کو مستند اور وقیع ذرائع سے صحیح اور مفصل معلومات شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جسے الحق کی دسویں جلد کے متعدد شماروں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ذیل میں مدیر الحق حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ایک اجمالی مگر جامع تحریر پیشِ خدمت ہے جو موصوف نے مرحومہ کے سانحہ ارتحال کے موقع پر لکھی تھی۔

مدر مرحومہ کا اجمالی تذکرہ

ابھی چند روز قبل ایک ایسی پاک طینت اور راسخ الایمان خاتون بھی انتقال فرما گئیں جن کی زندگی عصرِ حاضر کی مسلمان خواتین کے لئے روشنی کا مینار اور ایک بہترین نمونہ بن سکتی ہے۔ یہ سراپا ایمان خاتون اسیرِ مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب کا کاخیل، تلمیذِ خاص حضرت شیخ الہندؒ قدس سرہ کی اہلیہ[1] محترمہ تھیں۔

---

[1] مرحومہ نے اپنی انگریزی تصنیف "دی بیلنسڈ وے" میں اسلام کی طرف آنے سے پہلے کی زندگی اور بعد کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی تھی اس خود نوشت میں مرحومہ لکھتی ہیں (باقی اگلے صفحہ پر)

جنہوں نے برطانیہ کے ایک ممتاز اور ذی ثروت خاندان میں آنکھیں کھولیں۔ اس خاندان کا مذہب عیسائیت تھا اس گھر کے اکثر افراد اونچے اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ برصغیر کے انگریز کمانڈر انچیف لارڈ کچنر اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سکندر حیات کے زمانہ کے انگریز گورنر پی جے گلانسی سے اسی خاتون کی چھوٹی بہن منسوب تھی مگر نوجوان کے دل میں تلاشِ حق کا جذبہ تھا۔ وہ بچپن سے انجیل اور عیسائی مذہب سے مطمئن نہ تھیں۔ حق کی جستجو میں انہوں نے کئی مذاہب کی چھان بین کی۔ شوقِ حق کا یہ جذبہ انہیں ہندوستان لے آیا۔ یہاں انہوں نے بدھ مذہب کو اپنایا۔ پھر سادھوؤں کی طرح دنیا سے کنارہ کشی کی۔ ریاضتوں اور مجاہدوں میں ایک وقت گذارا ـــــ بالآخر انہیں قرآن کریم کی شکل میں وہ نسخۂ شفا مل گیا جس کے لئے وہ سرگرداں تھیں اسلام نے ان کے مضطرب دل ودماغ کو اطمینان بخشا۔ وہ مسلمان ہوئیں اور ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء میں ایک دینی مرکز دارالعلوم دیوبند کا شہرہ سن کر دارالعلوم دیوبند آئیں اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی مجلس میں اپنے اسلام اور مومنانہ اثرات کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یورپ کی تمام آسائشوں۔ ایک آسودہ حال خاندان اور اپنے ملک، وطن کو اسلام کی راہ پر قربان کردیا۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کے لئے انہوں نے اپنی اولاد تک کو بھی عمر بھر کے لئے خیرباد کہا جو ان کے انگریز شوہر سے تھی۔ اور یکسوئی سے اسلامی تعلیمات کے حصول میں لگ گئیں۔ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کی سابقہ اہلیہ (جو حضرت شیخ الہندؒ کی نواسی تھیں) کے انتقال کے بعد حضرت مدنیؒ اور دوسرے اکابر کے مشورہ پر ۱۹۳۶ء میں اس پاکباز خاتون کا نکاح[1]

بقیہ گذشتہ صفحہ

"میں اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفورڈ شبل کی ساتویں لڑکی ہوں۔ میں ۱۸۹۵ء میں حیدرآباد سندھ میں پیدا ہوئی میرے والد بڑے انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے انہیں ہندوستان اور ہندوستانی لوگوں سے بڑا لگاؤ تھا کبھی کبھی تو وہ خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے

[1] مرحومہ لکھتی ہیں یہاں میں اسلام کے مطالعہ میں لگی ہوئی تھی کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر میں فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچہ دینا بند کردیں گے..... اس خبر پر مجھے نہ تعجب ہوا اور نہ افسوس۔ میں مسلمان ہوچکی تھی۔ اب میں کسی عیسائی شوہر کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی۔ رہا رزق تو یہ اللہ کی دین ہے کم یا زیادہ ملتا ہی ہے عزیر گل کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیشکش کی۔ میں نے بڑے احترام سے اس پیشکش کو قبول کرلیا۔ میں جانتی تھی کہ ان کے یہاں غربت ہے افلاس ہے۔ پردہ ہے۔ لیکن میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی۔ عزیر گل کے گھر میں میں نے سیکھا کہ خود بھوکے رہ کر مہمانوں کی تواضع میں کیا لذت ہے۔ عزیر گل کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی۔ وہ نہایت شریف اور مہربان شوہر ثابت ہوئے۔"

حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے ساتھ ہوا۔ اور اس وقت سے ٹکراب تک ساری زندگی ایک ایسے دور افتادہ گاؤں (جس کی آبادی بمشکل ۳۰، ۴۰ افراد کی ہوگی) میں بسر کی۔ جو یورپ تو کیا اس ملک کی عام آسائشوں سے بھی محروم تھا اعزہ واقارب کے تقاضوں کے باوجود آخر دم تک ظلمت کدۂ یورپ کو چند دن کے لئے بھی جانا گوارا نہ کیا۔ ان کی زندگی حضرت مولانا کے ساتھ ایک متوسط بلکہ کفاف کی زندگی تھی۔ زندگی بھر ان کا مشغلہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر رہا۔

شادی کے بعد انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ مرحوم کے ترجمہ کی روشنی اور مولانا عزیر گل کی راہنمائی میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ مکمل کیا۔ جسے اس وقت کے مشاہیر علماء سید سلیمان ندویؒ اور دیگر حضرات نے بے حد پسند کیا۔ مگر افسوس کہ ناشرین کی سرد مہری کی وجہ سے اب تک شائع نہیں ہو سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں فیروز سنز والوں نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری لی ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کا پروف بھی چھپا تھا مگر ان کی بے اعتنائی کی وجہ سے یہ ترجمہ تاحال منظر عام پر نہیں آسکا۔

مرحومہ نے (جو بعد اسلام مدر (ماں) کے نام سے مشہور تھیں) اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کے ساتھ اس کے موازنہ پر ایک کتابچہ بیلنس وے (BALANCE WAY) بھی لکھا ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت کی تڑپ کا یہ عالم تھا کہ مرتے وقت بھی وصیت کی کہ ان دیہاتی عوام کو پورے قرآن کریم کا ترجمہ اور مفہوم سمجھا دیا جائے علم و فضل خدا کی دین ہے۔ اور وہ چاہے تو اس دولت سے عورتوں کو بھی سرفرازی بخش دیتا ہے۔ روشنی کے یہ چراغ کبھی مردوں کی شکل میں جلتے تو کبھی عائشہؓ اور رابعہ کی شکل میں —— روشنی بہرحال روشنی ہے اور اسے منزل و مقصد کا ذریعہ بننا چاہیئے۔

مرحومہ نے عیسائیت سے بیزاری، پھر اللہ کی راہ میں ملک، وطن، مال و اولاد اور عمر بھر کی عیش و راحت کی قربانی قرآن کریم سے شغف اور انہماک کا ایک نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ جو ہم سب کے لئے ایک نصیحت اور قابل تقلید اسوہ ہے۔[1]

مولانا عزیر گلؒ کو ایک رات میں گیارہ مرتبہ حضورؐ کی زیارت نصیب ہوئی

عشق رسولؐ مولانا عزیر گل کا سب سے بڑا سرمایہ تھا اسی دولت نے ان کو ایثار و قربانی اور عظمت کے

---

[1] الحق اکتوبر ۱۹۷۶ء

بلند ترین مقام تک پہنچایا۔

دیوبند کے مشہور عالم و بزرگ حضرت میاں اصغر حسین صاحب اور مشہور مجاہد مولانا عزیر گل صاحب اسیر مالٹا دونوں حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ کے شاگرد آپس میں بہت بے تکلف تھے۔ حضرت میاں صاحب عامل بھی تھے اور عام طور پر مشہور تھا کہ جنات ان کے زیر اثر ہیں۔ مولانا عزیر گل بفضلہ بقید حیات ہیں۔ تقریباً ۴۰ سال پہلے ان کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد ملاقات کا موقعہ نہیں ملا

مولانا عزیر گل نے کسی دن حضرت میاں صاحب سے بے تکلفانہ انداز میں فرمایا کہ تم بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو ہم تو جب جانیں کہ تم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرادو۔

سردی کا موسم، رات کا وقت تھا میاں صاحب نے مولانا عزیر گل کو کھانا کھلانے میں کافی تاخیر کی۔ پھر نماز عشاء اور چائے وغیرہ میں لگائے رکھا۔ دیوبند میں اس زمانہ میں آبادی بہت کم۔ سڑکیں خراب اور بجلی کی روشنی بالکل نہیں تھی۔ رات کے ۱۰، ۱۱ بجے کا عمل ہوگا۔ تو حضرت میاں صاحب نے مولانا سے کہا، کہ مولانا اب اس اندھیرے میں آپ کہاں جائیں گے۔ آپ کا مکان بہت دور ہے۔ سڑکیں صاف نہیں۔ بس اب یہاں ہی آرام کیجئے۔ مولانا مان گئے۔ حضرت میاں نے اپنے پلنگ پر مولانا عزیر گل کو لٹا دیا۔

صبح سویرے مولانا عزیر گل نے فرمایا کہ رات ۱۱ دفعہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ جس کروٹ لیٹتا تھا اسی کروٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے فیض یاب ہوتا تھا۔

ہماری نوجوان نسلوں کو جاننا چاہیئے کہ مرکز علمی دیوبند کی بنیادوں میں بزرگان ملت کے ایسے مجاہدات شاقہ، کرامات واضحہ اور تقرب الی اللہ کے زر و جواہرات پڑے ہیں۔ ایک وہ ہمارے بڑے تھے اور ایک ہم ان کے چھوٹے ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک [1]

تواضع کی انتہا

جب عبدالرحمن نامی ایک شخص نے آپ کے بارے میں سراسر کذب و افتراء پر مبنی کتاب لکھی اور مولانا مفتی سیاح الدین

---

[1] ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۸۵ء

کاکاخیل نے اس کتاب کا ذکر کر کے تاریخی واقعات اور حقیقت حال معلوم کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا:۔

کوئی ضرورت نہیں ہم نے اس وقت جو کچھ کیا تھا محض خداوند تعالیٰ کی رضا اور اپنے شیخ کی خدمت گذاری کے لئے کیا تھا۔ کسی سے بھی بدلہ لینا نہیں۔ اب لوگ جو کچھ کہیں کہتے رہیں کسی اور کی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

بعض تاریخی روایات کی اصلاح اور مولانا مرحوم کا صائب مشورہ

احقر کی حضرت مولانا عزیر گل سے سب سے پہلی ملاقات اپنے دورۂ حدیث کے سال ۱۹۷۸ء میں ہوئی تھی، دارالعلوم حقانیہ سے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز مغرب کے بعد حضرتؒ کے گاؤں میں حاضری ہوئی۔ غضب کی سردی پڑ رہی تھی۔ نماز عشاء کا وقت قریب تھا۔ حضرت مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرتؒ کی صحت بھی اچھی تھی اور بینائی بھی کام کرتی تھی۔ ہم نے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے نسبت معلوم ہوئی تو اور بھی خوش ہوئے۔ خوب کھانا کھلایا سخت سردی میں ساتھ بیٹھے اور کھلاتے رہے۔ تفصیل سے استفسارات بھی ہوئے اور حضرتؒ کی بے پناہ شفقتیں بھی حاصل ہوئیں۔ اس وقت کی گفتگو کی صرف دو باتیں یاد رہ گئی ہیں۔

میں نے دریافت کیا حضرت! بعض واعظین بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ پر بڑے مظالم ہوئے تھے اور ان کی کمر میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں کوڑوں کے زخم نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں یہ خطیب لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں یہ سارا افسانہ محض زیب داستان کے لئے گھڑا گیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کو اللہ نے بڑی عظمت اور جلال عطا فرمایا تھا جب مجسٹریٹ کی عدالت میں آتے تو آپ کی عظمت و ہیبت سے مجسٹریٹ کے ہاتھوں سے مقدمہ کی فائل زمین پر گر گئی۔ ان پر کوڑے چلانے کی جرأت انگریز کو نہ ہو سکی۔

عرض کیا حضرت، یہ سال میرے دورۂ حدیث کا سال ہے۔ اگلے سال کسی بھی فن میں تخصص کا ارادہ ہے آپ رہنمائی فرمائیں۔ ارشاد فرمایا، یہ جو لوگوں نے آج جگہ جگہ تخصص کے درجات کھول رکھے ہیں۔ کیا انہوں نے تخصص کیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا حکیم الامت تھانویؒ، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا یوسف بنوری (مرحوم اس وقت زندہ تھے) اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے کہاں تخصص کئے ہیں؟ کہ آپ کو تخصص کی پڑی ہوئی ہے۔ پھر

ارشاد فرمایا۔ اگر نحومیر اور صرف میر کی تدریس مل جائے تو میرے نزدیک یہ تمام تخصصات سے زیادہ نافع ہے صبح کا مکلف ناشتہ خود لاتے اور پھر اپنے ہاتھوں سے بنا بنا کر کھلاتے رہے۔

اس کے بعد پھر تو حضرت کے ہاں حاضری عام معمول بن گئی۔ ایک بار استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

مرحوم صدر ضیاء الحق کے بعض اقدامات سے بے حد متاثر تھے اور بار بار فرمایا کرتے تھے کہ صدر ضیاء الحق سے عداوت برائے عداوت کی پالیسی کوئی ہوشمندی نہیں۔ اگر ان سے بعض درست اقدامات ہو رہے ہیں اور وہ دینی نقطۂ نگاہ سے صحیح ہیں تو ایسے اقدامات کی بھرپور تائید کرنی چاہئے اور مزید بھی انہیں مجبور کر دیا جائے تاکہ اسے مکمل نفاذِ شریعت میں کسی بھی لیت و لعل کی گنجائش باقی نہ رہے۔

آخری ملاقات اور زیارت کی سعادت مندی گذشتہ سال شعبان کے پہلے عشرہ میں علماء اور دینی مدارس کے ایک بڑی جماعت کی معیت میں حاصل ہوئی۔ مرحوم بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ مخدوم زادہ مولانا عبدالرؤف صاحب نے بتایا کہ حضرتؒ کو مصافحہ سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

اس موقعہ پر بھی سب کی طرف سے احقر کو حضرتؒ سے مصافحہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ مرحوم اب بھی اپنے خد و خال اور شکل و صورت کے اعتبار سے دلکشی اور دلربائی اور چہرہ پر معصومیت کی ردا اوڑھے ہوئے تھے چہرۂ انور پر اب بھی جلال تھا جی بھر کر نہیں دیکھا جا سکتا تھا تاہم جمال بھی کمال پر تھا دونوں رخسار گلاب کے پھول نظر آتے تھے۔

مرحوم کی عظیم شخصیت، جرنیلی قد و قامت، مجاہدانہ تشخص، شفقت اور محبت بھری گفتگو کا اب بھی جب تصور آتا ہے تو مرحوم کے مرحوم ہونے کا تصور باقی نہیں رہتا۔ ان کی پوری شخصیت اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے ؎

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں یہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں یہ جا رہے ہیں
وہی قیامت ہے قد بالا، وہی ہے صورت وہی سراپا
لبوں کو جنبش نگہ کو لرزش کھڑے ہیں اور مسکرا رہے ہیں

جہاں آرام کا نام آیا - آپ نے یوُنی فوم کو پایا

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone: 66754-66933-66833

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD

LAHORE - PAKISTAN
Tel. 431341, 431551

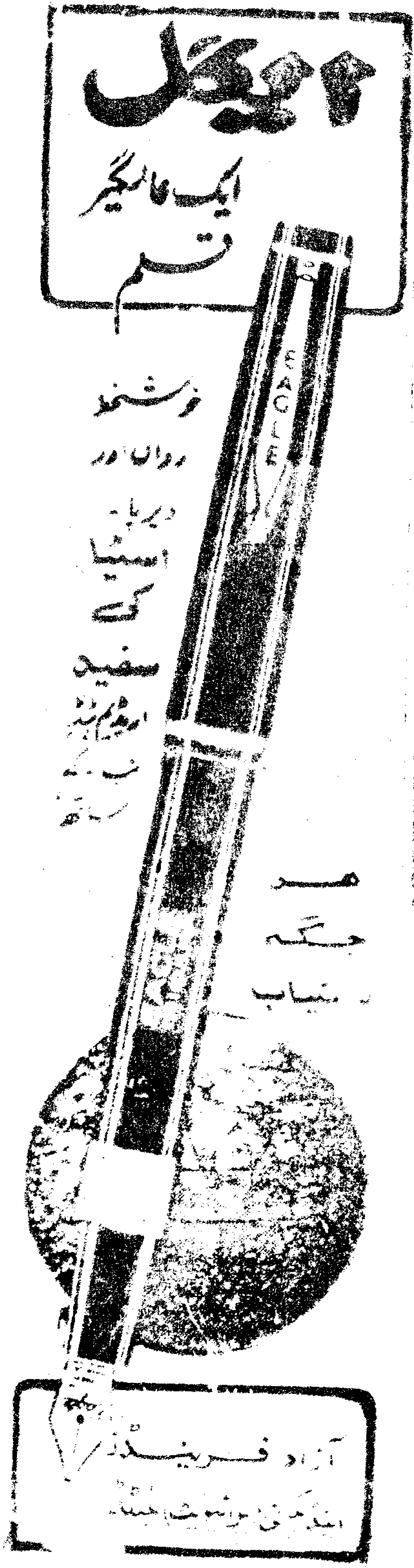
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشنما
رواں اور
دیرپا
ایشیا
کے
سفید
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز

دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

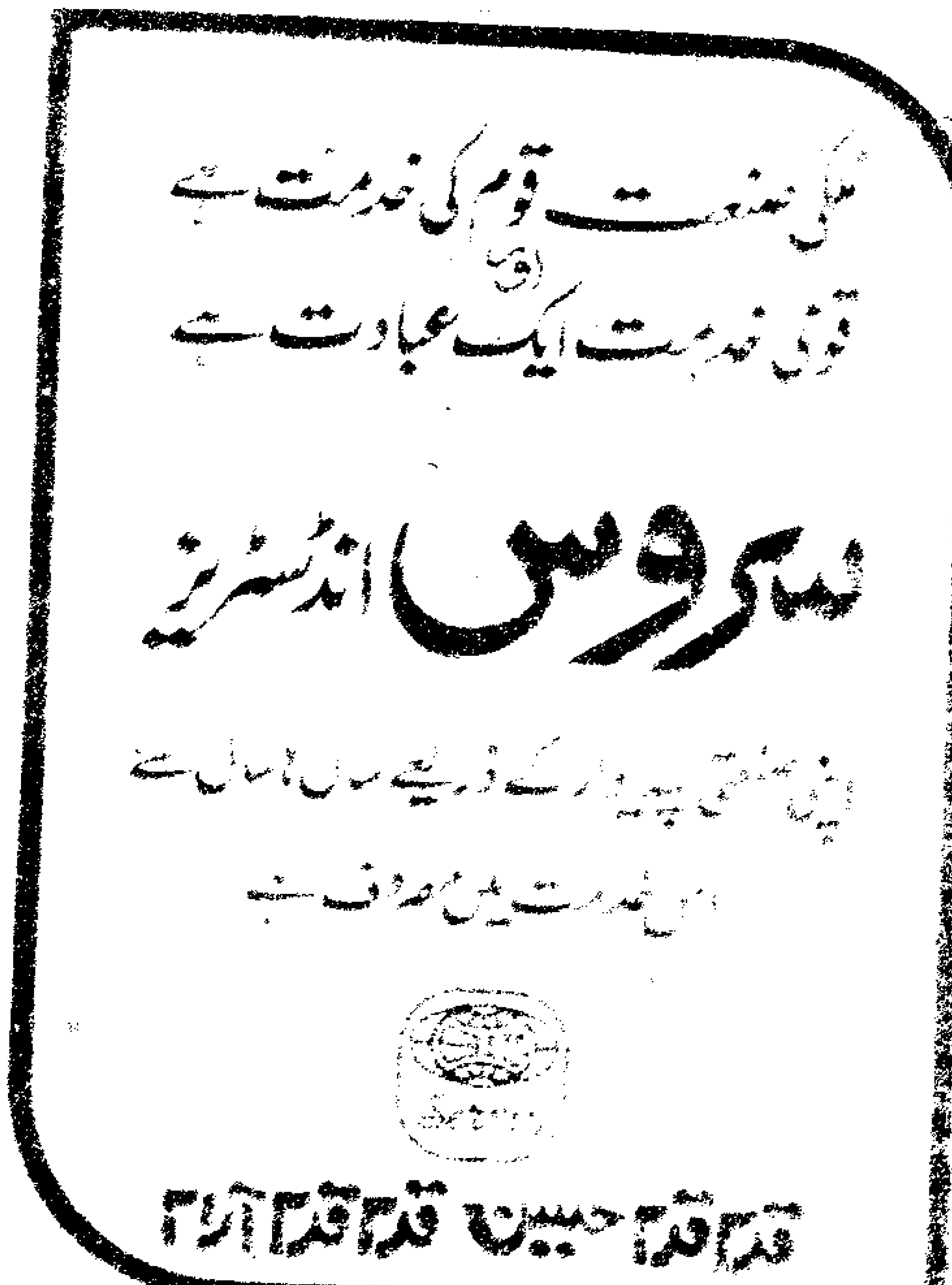
ملکی صنعت قوم کی خدمت ہے
اور
قومی خدمت ایک عبادت ہے
سروس انڈسٹریز
اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے سال ہا سال سے
اس خدمت میں مصروف ہے